وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (القرآن)

اسلامی اور سودی بینکاری میں فرق

ڈاکٹر مولانا اعجاز احمد صمدانی صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

ناشر

مکتبہ کامل پورے

گلشن اقبال، کراچی

فون: 021-4966565

فہرست عنوان

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد الانبیاء والمرسلین وعلٰی آلہٖ واصحابہ اجمعینO

اما بعد!

مقامِ مسرّت:

یہ بات باعثِ مسرّت ہے کہ وطن عزیز سمیت پوری دنیا میں اسلامی بینکاری کا رجحان روز بروز بڑھ رہا ہے جس کی وجہ سے نہ صرف نئے اسلامی بینک قائم ہورہے ہیں بلکہ پہلے سے موجود کنوینشنل بینک بھی اپنے ہاں اسلامی بینکاری کے شعبے (Departments) قائم کررہے ہیں۔ اس تبدیلی سے نہ صرف اس بات کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام وہ واحد دینِ حق ہے جو چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی پیش آنے والے نت نئے مسائل کی رہنمائی کی پوری صلاحیت رکھتا ہے بلکہ یہ حوصلہ افزا پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ اب مسلمانوں نے اپنی عملی زندگی کو صرف مسجد و محراب تک محدود رکھنے کے بجائے زندگی کے دیگر شعبوں خصوصاً مالی معاملات میں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

تیز رفتار تبدیلیاں:

یہ ایک حقیقت ہے کہ وقت کا دھارا تیزی سے بدل رہا ہے اور اس میں روز بروز انقلابی تبدیلیاں رونما ہورہی ہیں۔ شاید زندگی کا کوئی میدان بھی ایسا نہ ہو جس میں جدّت رونما نہ ہوئی ہو۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں آنے والی تبدیلیاں تو ہیں ہی ایسی کہ کسی فردِ بشر کے لئے ان کا انکار کرنا ممکن نہیں لیکن زندگی کے دوسرے شعبے بھی

انقلاباتِ زمانہ سے خالی نہیں رہے۔ معیشت کے میدان میں جو پیچیدگی اس دور میں رونما ہوئی ہے، ماضی کے انسان کے لئے اس کا تصوّر بھی مشکل تھا۔ بیع الخیارات (Option Sale)، عقود المستقبلیات (Future Sale) حاضر اور غائب سودے (Forward Sale) اور قیمت کے تعیّن کے لئے بینچ مارک (Bench Mark) کا استعمال اور ان جیسے سینکڑوں مسائل ایسے ہیں جو عصرِ حاضر کی پیداوار ہیں۔

بینکنگ کا موجودہ نظام بھی معیشت میں آنے والی جدّت کا نتیجہ ہے۔

اسلامی بینکوں کے موجودہ طریقے مثالی نہیں لیکن جائز ہیں:

یہ ایک حقیقت ہے اور اہل علم کے طبقہ سے تعلق رکھنے والے کسی فرد کو بھی اس سے انکار نہیں کہ معاشرے میں اسلامی نظامِ معیشت کے نمایاں اثرات اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتے جب تک ہماری تجارتی سرگرمیوں کی بنیاد مشارکہ و مضاربہ پر نہ ہو۔ اسلام کا نظامِ تقسیمِ دولت جس طرح زکوٰۃ، عشر، صدقات کی ادائیگی اور میراث کی تقسیم کی صورت میں اپنی حقانیت کا لوہا منوا رہا ہے، اسی طرح اگر تجارتی سرگرمیوں میں مشارکہ و مضاربہ کو بنیاد بنایا جائے تو اس کے بہترین نتائج سامنے آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مشارکہ و مضاربہ کے علاوہ کسی اور صورت کو اختیار کر کے کاروبار کرنا بالکل جائز ہی نہیں، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر شرعی احکام کی پابندی کرتے ہوئے کسی بھی طریقے سے کاروبار کیا جائے تو اسے ناجائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ لہٰذا اگر موجودہ اسلامی بینکوں میں مرابحہ، اجارہ اور مشارکہ متناقصہ وغیرہ تمویلی طریقے اختیار کئے جاتے ہیں اور ان میں شرعی حدود و قیود کی پابندی کی جاتی

ہے تو اسے محض اس وجہ سے ناجائز وحرام کہنا درست نہیں کہ یہ شرکت اور مضاربت سے ہٹ کر طریقہ ہائے تمویل ہیں البتہ اسلامی بینکوں کو مشارکہ ومضاربہ کی بنیاد پر فنانس کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے کیونکہ ان پسندیدہ تمویلی طریقوں سے تقسیمِ دولت کا ایک متوازن نظام وجود میں آتا ہے۔

کیا یہ کان کو اِدھر کے بجائے اُدھر سے پکڑنے والی بات ہے؟

بعض لوگوں کو موجودہ اسلامی بینکاری کے بارے میں یہ شکایت ہے کہ موجودہ اسلامی بینکوں میں مرابحہ اور اجارہ کو شرعی حدود کے اندر استعمال نہیں کیا جارہا بلکہ سودی معاملات کو اسلامی ناموں کا لبادہ اوڑھایا گیا ہے اور محض نام بدلنے سے حکم میں کوئی فرق نہیں آتا، اس لئے موجودہ اسلامی بینکاری بھی دراصل سودی بینکاری کا دوسرا رُخ ہے۔ یہی لوگ بعض دفعہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ کان کو اِدھر کے بجائے اُدھر سے پکڑنے والی بات ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو یہ شکایت ہے، اُنہوں نے کنوینشنل بینکوں اور اسلامی بینکوں کے تمویلی طریقوں کے صرف انجام اور نتیجے کو دیکھ کر یہ حکم لگایا ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سودی بینک سے ایک لاکھ روپے قرضہ لیتا ہے تو اسے بھی ایک لاکھ دس ہزار روپے واپس کرنا پڑتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اسلامی بینک سے مرابحہ یا اجارہ کے ذریعے ایک لاکھ روپے کی تمویل (Finance) حاصل کرتا ہے تو اسے بھی ایک لاکھ دس ہزار روپے واپس کرنا پڑتے ہیں۔ چونکہ دونوں کا نتیجہ ایک ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ دونوں کا حکم بھی ایک ہے۔

لیکن شرعی اعتبار سے یہ اعتراض درست نہیں اس لئے کہ شریعت کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ دو معاملات کا صرف نتیجہ ایک جیسا ہونے سے ہرگز یہ بات لازم نہیں آتی کہ دونوں کا حکم بھی ایک ہو کیونکہ حکم کا تعلق معاملے کی حقیقت سے ہوتا ہے، انجام سے نہیں ہوتا، اس بات کو بذریعہ مثال اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک شخص نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جانور ذبح کیا اور دوسرے نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام لئے بغیر جانور ذبح کیا۔ دونوں جانوروں سے حاصل کئے گئے گوشت کا الگ الگ قورمہ بنایا گیا۔ دونوں کا ذائقہ بھی ایک جیسا ہے اور لذت بھی برابر ہے لیکن کوئی بھی مسلمان دونوں کو حلال کہنے کے لئے تیار نہیں۔ حقیقت حال سے واقف ہر مسلمان پہلے جانور کے گوشت کو حلال اور دوسرے کو حرام کہے گا۔ حالانکہ دونوں کا انجام ایک ہے۔

اسی طرح ایک شخص باقاعدہ نکاح کر کے بیوی سے ہم بستری کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہوتا ہے اور ایک شخص زنا کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں بھی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ دونوں افعال کا انجام ایک ہی نکلا لیکن پہلا عمل جائز بلکہ سنّت ہے جبکہ دوسرا عمل ناجائز اور حرام ٹھہرا۔ کیوں؟ اس لئے کہ دونوں کی حقیقت مختلف ہے نہ کہ انجام۔

اسی طرح کنوینشنل بینک سے سودی قرضہ حاصل کرنے والا اور مرابحہ کے ذریعے اسلامی بینک سے کوئی سامان (Asset) خریدنے والا اگرچہ انجام کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں لیکن چونکہ دونوں معاملات کی حقیقت مختلف ہے (جس کی تفصیل آگے آئے گی) اس لئے دونوں کو ایک لاٹھی سے ہانکنا اور محض انجام کے ایک جیسے

ہونے کی بنا پر دونوں پر ایک جیسا حکم لگانا انصاف نہیں۔

اگر مختلف معاملات کا انجام ایک دیکھ کر ان پر یکساں حکم لگایا جائے اور ان کے طریقۂ کار (پروسیجر) اور حقیقت کو نظر انداز کر دیا جائے تو پھر مشرکین مکہ کا یہ اعتراض بالکل بجا ہونا چاہئے کہ **انما البیع مثل الربوا** کہ بیع بھی تو ربوا کی طرح ہے یعنی اپنے انجام کے اعتبار سے ربوا میں بھی انویسمنٹ پر اضافہ وصول کیا جاتا ہے اور بیع میں بھی بیچنے والا اپنی انویسمنٹ پر زیادتی وصول کرتا ہے۔

لیکن قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حاکمانہ انداز میں اس اعتراض کا جواب دیا کہ **احلّ اللّٰہ البیع و حرّم الربوا** یعنی ہم نے بیع کو حلال اور ربوا کو حرام قرار دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ حلت اور حرمت طریقۂ کار اور حقیقت کی تبدیلی کی وجہ سے ہے، انجام تو ظاہرِ نظر میں ایک ہی ہے۔

نفع کمانے کی وجہ سے اسلامی بینکاری کو غلط کہنا درست نہیں:

بعض لوگ اسلامی بینکاری پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ''اسلامی بینک بھی نفع لیتے ہیں اور کنوینشنل بینک بھی نفع لیتے ہیں، دونوں میں کیا فرق ہوا؟ اگر صحیح طریقہ سے اسلامک بینکنگ کی جاتی تو لوگوں کو قرضِ حسنہ فراہم کیا جاتا۔''

گویا ان کے نزدیک اگر صرف قرضِ حسنہ فراہم کیا جائے گا تو یہ اسلامی بینکنگ ہوگی ورنہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ پھر اسلامی بینک قائم کون کرے گا؟ ظاہر ہے کہ جب تک کسی کام میں ذاتی منافع کا محرک نہ ہو اس وقت تک انسانی فطرت اس کی

طرف مائل نہیں ہوتی، شریعت نے اس محرّک کا لحاظ رکھا ہے اور جائز طریقوں سے منافع کمانے کی اجازت دی ہے، اگر اسلامی بینک جائز تمویلی طریقوں کو اختیار کرتے ہوئے نفع حاصل کر رہے ہیں تو کیا کنوینشنل بینکنگ کے ساتھ محض نفع کمانے میں مشابہت کی وجہ سے یہ سسٹم ناجائز قرار دیا جائے گا؟

اور اگر بالفرض یہ اصول اختیار کرلیا جائے تو پھر تمام جائز کاروبار حرام ہونے چاہئیں کیونکہ نفع کمانے میں وہ ناجائز کاروبار کے مشابہ ہیں۔

صرف ظاہری مماثلت کیوں ہے؟

بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلامی بینک اپنے ڈیپازیٹرز کو تقریباً اتنا ہی نفع دیتے ہیں جتنا کنوینشنل بینک اپنے ڈیپازیٹرز کو نفع دیتے ہیں، یہ مماثلت ظاہر کرتی ہے کہ دونوں ایک سسٹم ہیں۔

اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ شریعت نے کہیں بھی نفع کی مقدار کو کسی عقد کے جائز ہونے یا نہ ہونے کی بنیاد نہیں بنایا۔ نفع کی تعیین فریقین کی باہمی رضامندی پر چھوڑی گئی ہے۔ اس لئے اگر اسلامی بینک اپنے ڈیپازیٹر کو اتنا ہی نفع دیں جتنا کنوینشنل بینک دیتے ہیں تو یہ کیوں قابل اعتراض ہے؟

لیکن ہم ذرا گہرائی میں جا کر یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ مماثلت کیوں ہے؟ اسلامی بینک اس وقت تمویل کے لئے عام طور پر مرابحہ، اجارہ، شرکت متناقصہ، سلم اور استصناع کا طریقۂ کار اختیار کر رہے ہیں، ان تمام تمویلی طریقوں میں بینک کوئی چیز خرید کر اس پر متعین نفع رکھ کر آگے بیچتا ہے یا متعین نفع ذہن میں رکھ کر

اس کا کرایہ متعین کرتا ہے۔

فی الوقت اسلامی بینکنگ کنوینشنل بینکنگ کے متوازی سسٹم کے طور پر چل رہی ہے اور دونوں میں کشمکش انتہائی عروج پر ہے۔ عام طور پر اسلامی بینکوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ کم وبیش اتنا نفع اپنی بیع اور اجارہ میں وصول کریں جتنا کنوینشنل بینک سودی قرضہ میں سود وصول کر رہے ہیں، تاکہ کسٹمرز کے لئے اسلامی بینکوں کے ساتھ معاملہ کرنا آسان ہو اور وہ اسلامک بینکنگ کی طرف راغب ہوسکیں، ورنہ اگر اسلامی بینک عام مارکیٹ سے قطع نظر زیادہ نفع وصول کریں تو یہ سوال اٹھایا جائے گا کہ اسلامی بینکنگ بہت مہنگی ہے اور ناقابل عمل ہے اور اگر کم نفع وصول کریں تو ڈیپازیٹرز کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جائے گا کہ اسلامی بینک ڈیپازیٹرز کو معمولی نفع دیتے ہیں جبکہ کنوینشنل بینک ڈیپازٹ پر سود زیادہ ادا کرتے ہیں۔

ان سوالات سے بچنے کے لئے ،متوازی کنوینشنل بینکنگ کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے اور لوگوں کو اسلامی بینکنگ کی طرف راغب کرنے کے لئے اسلامی بینک اپنی بیع اور اجارہ میں کم وبیش اتنا ہی نفع وصول کرتے ہیں جتنا کنوینشنل بینک سودی قرضہ پر وصول کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جتنا نفع کمایا جائے گا اس کی وجہ سے بینک اور ڈیپازیٹر کو بھی کم وبیش اتنا ہی نفع ملے گا جتنا نفع کنوینشنل بینک اپنے ڈیپازیٹر کو سود ادا کرتے ہیں۔ یہ اس مماثلت کا پس منظر ہے، لیکن پیچھے عرض کیا جا چکا ہے کہ اگر طریقۂ کار درست ہو تو محض اس مماثلت کی وجہ سے کسی سسٹم کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔

کنونشنل بینک کی مثال:

اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ مروّجہ سودی بینکوں اور اسلامی بینکوں کے معاملات کس طرح ایک دوسرے سے مختلف ہیں تا کہ ہمارے لئے حقیقت تک رسائی آسان ہو جائے۔

جہاں تک مروّجہ سودی بینکوں کے تمویلی معاملات (Financing) کا تعلق ہے تو اس کی حقیقت ایک ''سودی قرضہ'' کی ہے جس میں بینک رقم اس شرط پر کلائنٹ کو بطور قرض دیتا ہے کہ وہ اس پر کچھ اضافہ کر کے واپس کرے (البتہ لیزنگ (Leasing) کے معاملہ میں قدرے تفصیل ہے، جس کی وضاحت اسلامی بینکوں کے اجارہ کے ذیل میں آئے گی)۔

ظاہر ہے کہ سودی قرض کا لین دین شرعاً ناجائز اور حرام ہے، اس لئے مروّجہ سودی بینک کے تمویلی معاملات (Financing) شرعاً جائز نہیں، البتہ بعض دیگر معاملات جیسے رقوم کی منتقلی (Remittance) اور بعض جائز خدمات (Services) کے سروس چارجز (Service Charges) وغیرہ ایسے ہیں کہ وہ شرعی اصولوں سے متصادم نہیں، اس لئے ان کے انجام دینے کی اور ان پر مناسب فیس لینے کی شرعاً گنجائش ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ مروّجہ سودی بینک کی مثال ایک ایسے ''سپر اسٹور'' کی سی ہے جس میں مختلف طرح کی اشیاء موجود ہوں، حلال بھی ہوں اور حرام بھی، وہاں شراب اور خنزیر کی خرید وفروخت بھی ہو رہی ہو اور پھلوں اور سبزیوں

وغیرہ کی بھی۔

ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس ''سپر اسٹور'' میں ہونے والے سارے کام غیر شرعی ہیں، بلکہ اس صورت میں ایک دیانتدارانہ رائے یہی ہوگی کہ اس ''سپر اسٹور'' میں انجام پانے والے کچھ معاملات ناجائز اور حرام ہیں جبکہ کچھ معاملات ایسے ہیں کہ شرعاً ان کے انجام دینے کی گنجائش ہے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ بینک خالصتاً ناجائز معاملات کا اڈہ ہے اور اس کا اسلام سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں، یہ بات حقیقت کے مطابق نہیں۔

جب یہ معلوم ہو چکا کہ مروّجہ بینکوں میں انجام پانے والے کچھ معاملات شرعاً جائز ہیں،اس لئے ان کا شرعی متبادل تلاش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف ان معاملات کا متبادل تلاش کرنے کی ضرورت ہے جو شرعی اصولوں سے متصادم ہیں۔

بینک کے بنیادی حصّے:

بینک کی تمویلی سرگرمیوں کو عام طور پر دو بنیادی حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔اثاثہ جاتی حصّہ (Asset Side)

اس حصّے میں بینک اپنے تمویل کار (کلائنٹ) کو مختلف تمویلی سہولیات فراہم کرتا ہے جیسے کنویشنل بینک اپنے کلائنٹس کو سودی قرضے دیتے ہیں جب کہ اسلامی بینک مرابحہ، اجارہ، سلم اور استصناع وغیرہ کے ذریعے تمویلی سہولیات فراہم کرتے ہیں۔

۲۔ذمہ داری والا حصّہ (Liability Side)

اس حصّے میں سودی بینک اپنے ڈیپازیٹرز سے رقوم وصول کرتا ہے اور انہیں آگے سودی قرض کے طور پر دیتا ہے، اس پر حاصل ہونے والا سود یا نفع اپنے اور ڈیپازیٹرز کے درمیان تقسیم کرتا ہے۔ جبکہ اسلامی بینک اپنے ڈیپازیٹرز سے مشارکہ و مضاربہ کی بنیاد پر رقوم وصول کر کے جائز کاروبار میں لگاتا ہے اور اس سے حاصل شدہ نفع میں اپنے ڈیپازیٹرز کو شریک کرتا ہے (تفصیل آگے آرہی ہے)۔

Asset Side میں کنونیشنل اور اسلامی بینک میں فرق:

Asset Side میں کنونیشنل بینک کی تمویلی سرگرمی بنیادی طور پر سودی قرضہ ہے۔ ظاہر ہے کہ سودی قرضہ گاہک (کلائنٹ) خواہ کسی بھی مقصد کے لئے لے، معاملے کی حقیقت (Underline Transaction) ایک ہی ہوتی ہے جبکہ اسلامی بینکوں میں کلائنٹ کی مختلف ضروریات کے پیشِ نظر مختلف معاملات انجام دیئے جاتے ہیں۔ آج کل عام طور پر تین طرح کے معاملات زیادہ رواج پذیر ہیں۔

۱۔مرابحہ ۲۔اجارہ ۳۔مشارکہ متناقصہ (ہوم مشارکہ)

ان کے علاوہ بعض اوقات سلم اور استصناع کے ذریعے بھی تمویلی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔

آیئے! اسلامی بینکوں میں انجام پانے والے ان معاملات کا قدرے تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

مرابحہ

مرابحہ دراصل بیع(Sale) کی ایک قسم ہے جس میں سامان بیچنے والا شخص(Seller) خریدار کو یہ بتلاتا ہے کہ یہ سامان مجھے کتنے میں پڑا اور میں اس پر کتنا منافع رکھ کر آپ کو فروخت کر رہا ہوں۔

گویا اس میں عام بیع کی شرائط کی پابندی کے ساتھ ساتھ ایک اضافی شرط کی پابندی بھی ضروری ہوتی ہے، وہ یہ کہ بائع(Seller) اپنے سامان کی لاگت اور اس پر حاصل ہونے والا نفع بھی خریدار کو بتائے۔

اسلامی بینکوں میں انجام پانے والا مرابحہ درج ذیل مراحل پر مشتمل ہوتا ہے:

ا۔ جامع معاہدہ:

پہلے مرحلے میں کلائنٹ اور بینک آپس میں ایک جامع معاہدہ کرتے ہیں، اسے جنرل ایگریمنٹ یاFacility Agreement کہا جاتا ہے۔ اس میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ کلائنٹ کتنی رقم تک کا سامان بینک سے خریدے گا، بینک خریدے گئے سامان پر کتنا نفع لے گا، ادائیگی کا طریقۂ کار کیا ہوگا وغیرہ۔

۲۔ مطلوبہ سامان کی خریداری:

اس کے بعد بینک وہ سامان مارکیٹ سے خریدتا ہے، جسے بعد میں کلائنٹ کو فروخت کرنا ہوتا ہے۔

اس موقع پر اسلامی بینکوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ خود بازار سے مطلوبہ سامان کی خریداری کریں یا کلائنٹ کے علاوہ کسی اور شخص کو وکیل بنا کر خریداری کریں۔ البتہ ضرورت کے موقع پر خود اسی کلائنٹ کو خریداری کا وکیل بنایا جاسکتا ہے۔ **(المعاییر الشرعیة، تملک المؤسسة السلعة قبل بیعها للآمر بالشراء، البند رقم ۳/۱/۳ ص ۱۲۱)**

اس سے معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر خریداری میں کلائنٹ کو وکیل بنایا جائے اور نہ ہی بینک یہ شرط لگاتا ہے کہ ہم تمہیں مرابحہ کے ذریعے سامان تب فروخت کریں گے جب تم ہمارے وکیل کی حیثیت سے سامان خریدو گے، بلکہ اگر کہیں ایسی مجبوری پیش آجائے کہ بینک خود یا کلائنٹ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو وکیل بنا کر خریداری نہ کرسکتا ہو تو اسی کلائنٹ کو خریداری کا وکیل بنایا جاسکتا ہے۔ اور ہمارے ہاں عام طور پر کلائنٹ کو اس لئے وکیل بنایا جاتا ہے اور وہ خود بھی وکیل بننا پسند کرتا ہے کہ وہ بینک سے کافی مالیت کا سامان خرید رہا ہوتا ہے، اور بینک یا اس کے نامزد کردہ فرد کو ہر کلائنٹ کے مطلوبہ سامان کی صحیح جان پہچان نہیں ہوتی، اس لئے اس بات کا قوی امکان ہوتا ہے کہ بینک مطلوبہ سامان خرید کر لائے اور خریدار یہ کہہ کر ردّ (Reject) کردے کہ یہ سامان میری مطلوبہ صفات (Specifications) کے

مطابق نہیں اور ایسی صورت میں اگر سپلائر وہ سامان واپس لینے سے انکار کردے تو بینک کو بھاری مالی نقصان ہوسکتا ہے، اس لئے فریقین کی باہمی رضامندی سے کلائنٹ کو مطلوبہ سامان کی خریداری کا وکیل بنایا جاسکتا ہے۔

۳۔خریدے گئے سامان پر قبضہ اور بینک کو اطلاع:

اگر خریداری کے لئے کلائنٹ کو وکیل بنایا جائے تو وہ مطلوبہ سامان کی خریداری کے بعد اس پر قبضہ (Possession) کرتا ہے اور بینک کو یہ اطلاع دیتا ہے کہ میں نے آپ کے وکیل ہونے کی حیثیت سے یہ سامان خرید کر اس پر قبضہ کرلیا ہے۔ چونکہ شرعاً وکیل کا قبضہ مؤکل (Principal) کا قبضہ ہوتا ہے، اس لئے یہ سمجھا جائے گا کہ شرعاً یہ مؤکل یعنی بینک کے قبضہ میں ہے۔ چنانچہ اس مرحلے پر قبضہ کے سارے احکام جاری ہوتے ہیں خصوصاً یہ حکم کہ اگر کلائنٹ کی کسی تعدّی (Negligence) کے بغیر سامان ہلاک ہوگیا تو یہ نقصان بینک کا ہوگا، کلائنٹ کا نہ ہوگا، اور اگر سامان کسی دوسرے ملک سے خریدا (امپورٹ کیا) جارہا ہے تو اس ملک سے پاکستان پہنچنے اور کلائنٹ کو مرابحہ پر بیچنے سے پہلے تک تمام رِسک بینک کا ہے، اور ہلاکت کی صورت میں بینک ہی کا نقصان ہوگا۔

۴۔مرابحے کا انعقاد (Execution of Murabaha)

اس کے بعد کلائنٹ بینک کو یہ پیشکش (Offer) کرتا ہے کہ وہ یہ سامان اسے متعینہ قیمت پر جس میں لاگت اور بینک کا نفع شامل ہو فروخت کردے اور وہ اس کی قیمت کی ادائیگی فوراً یا مخصوص مدت بعد کرے گا، جب بینک اسے قبول

(Accept) کر لیتا ہے تو مرابحہ وجود میں آ جاتا ہے اور کلائنٹ پر اس کی قیمت کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔ بینک اس واجب الاداء قیمت کے بدلے کلائنٹ سے کچھ ضمانتیں (Collatorals) لیتا ہے۔

یہ ہے خلاصہ اس معاملے کا جسے مرابحہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور یہ معاملہ کرنا شرعاً جائز ہے اسی تفصیل اور شرائط کے مطابق مرابحہ کا معاملہ کرنا بینک کی شرعی ذمہ داری ہے۔

مرابحہ اور سودی معاملے میں فرق:

اس تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ کنونیشنل بینکوں کے سودی قرض والے معاملے اور اسلامی بینک کے مرابحہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

کنونیشنل بینک نقد رقم قرض پر دے کر اس کے بدلے (Against) نفع کماتا ہے اور چونکہ یہ رقم قرض پر دی جاتی ہے، اس لئے بینک اس پر کوئی خطرہ (Risk) نہیں اٹھاتا جبکہ اسلامی بینک مرابحہ میں پہلے کوئی چیز خریدتا ہے، اس پر قبضہ کر کے اس کے ضائع یا ہلاک (Damage) ہونے کا خطرہ (Risk) برداشت کرتا ہے پھر اس پر متعین نفع رکھ کر اسے آگے فروخت کرتا ہے۔ یہ معاملہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح ایک عام دکاندار کوئی چیز خرید کر اس پر قبضہ کر کے اسے نفع پر آگے فروخت کر دیتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عام دکاندار عام طور پر یہ نہیں بتلاتا کہ اس نے یہ چیز کتنے میں خریدی اور وہ اس پر کتنا نفع لے رہا ہے (بیع کی اس قسم کو ''مساومہ'' کہتے ہیں) جبکہ اسلامی بینک مذکورہ دونوں باتیں بتلاتا ہے اور یہ بھی بنیادی طور پر بیع

ہی کی ایک قسم ہے اور اسے ''مرابحہ'' کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید کے حکم کے مطابق بیع جائز اور سود حرام ہے۔ ارشاد باری ہے:

واحلَّ اللّٰہ البیع وحرم الربوا (البقرة)

اور اللہ نے خرید وفروخت کو حلال قرار دیا ہے جبکہ سود کو حرام۔

اور چونکہ مرابحہ بیع کی ایک قسم ہے لہٰذا جب قرآن مجید نے خرید وفروخت کی اجازت دی تو مرابحہ بھی اس میں داخل ہونے کی وجہ سے جائز ٹھہرا بشرطیکہ اس کی شرائط کی پابندی کی جائے۔

اس کے جائز ہونے کی عقلی وجہ وہی ہے کہ مرابحہ میں اسلامی بینک مبیع (Subject Matter) سے متعلق رسک (Risk) کو برداشت کرتا ہے اور شریعت کا قانون یہ ہے کہ ''**الغنم بالغرم**''، یعنی جو رسک برداشت کرتا ہے، وہ نفع لینے کا حقدار ہے۔

واضح رہے کہ یہاں ''رسک'' سے مراد وہ رسک ہے جو بیچی جانے والی چیز (Subject Matter) سے متعلق ہو، کلائنٹ کے نادہند (Default) ہونے والا رسک مراد نہیں اس لئے کہ نادہندگی (Default) کا خطرہ تو ہر مالی معاملہ میں ہوتا ہے، لیکن آج تک کسی ماہر شریعت نے اس رسک کی بنیاد پر کسی معاملے کو جائز نہیں کہا، دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس رسک کا اعتبار کرلیا جائے تو پھر دنیا کا کوئی معاملہ بھی ناجائز نہیں رہے گا حالانکہ قرآن وحدیث کے واضح احکامات کی روشنی میں بہت سے معاملات شرعاً ناجائز ہیں۔

اجارہ

شرعی اصطلاح میں اجارہ ”کسی چیز یا شخص کی متعین اور جائز منفعت کو متعین اجرت کے بدلے دینے کا نام ہے“

اجارہ کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

۱۔اجارۃ الأعیان: کسی چیز کو کرائے پر دینا، اسے انگریزی میں لیز(Lease) کہتے ہیں۔

۲۔اجارۃ الأشخاص: کسی شخص کا اپنی خدمات کو کرائے (تنخواہ) کے بدلے فراہم کرنا۔اسے انگریزی میںEmployment کہتے ہیں۔

اجارۃ الاعیان یعنی لیز کی پھر دو قسمیں ہیں:

۱۔اجارۃ تمویلیہ(Financial Lease)

۲۔اجارۃ تشغیلیہ(Operating Lease)

اجارۃ تشغیلیہ(Operating Lease) تو عام اجارہ ہے جس میں کوئی شخص یا ادارہ اپنی کوئی چیز متعین مدّت کے لئے کرائے پر دیتا ہے اور پھر مدّت ختم ہونے کے بعد واپس لے لیتا ہے جیسے مکان، دکان اور بعض روزمرّہ استعمال کی

چیزیں جیسے ٹینٹ، لاؤڈ سپیکر وغیرہ جیسی اشیاء کرائے پر دینا، یہ اجارہ قدیم زمانہ سے رائج چلا آ رہا ہے۔

بینکوں میں رائج اجارہ:

اس وقت بینکوں میں جو اجارہ رائج ہے وہ اجارہ تمویلیہ یعنی فنانشل لیز ہے، یہ اجارہ دراصل ایک مالیاتی سرمایہ کاری کے طور پر وجود میں آیا ہے جس میں بینک یا مالیاتی ادارے کے پیشِ نظر تمویل ہوتی ہے اور اجارہ کو بطور ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اجارہ ایک مخصوص مدّت مثلاً تین سال یا پانچ سال کے لئے ہوتا ہے جس میں مؤجر (Lessor) اجارہ پر دی گئی مشینری یا کار وغیرہ کی قیمت بمعہ مطلوبہ نفع کرایہ کی شکل میں وصول کرتا ہے جب اس اجارہ کی مدّت پوری ہوتی ہے تو وہ چیز کلائنٹ کی ملکیت میں منتقل ہو جاتی ہے۔

کنوینشنل بینکوں کی لیز میں شرعی خرابیاں:

اس وقت کنوینشنل بینکوں میں فنانشنل لیز کا جو طریقۂ کار رائج ہے اس میں درج ذیل تین خرابیاں پائی جاتی ہیں:

ا۔ ایک ہی عقد (Agreement) کے اندر بیع اور اجارہ کے دو معاملے (Contracts) ہوتے ہیں یعنی جو اقساط کلائنٹ اجارہ کی مدّت کے دوران ادا کرتا ہے، انہیں ابتداء میں تو لیز کی اقساط شمار کیا جاتا ہے لیکن جونہی لیزنگ کی مدت پوری ہوتی ہے تو یہ اقساط قیمت سمجھی جاتی ہیں اور مطلوبہ چیز خود بخود کلائنٹ کی ملکیت میں آ جاتی ہے۔

اگر فقہی نقطۂ نگار سے اس عقد کی حقیقت دیکھی جائے تو یوں بنتی ہے کہ جیسے ایک شخص دوسرے سے یوں کہے کہ ''میں تم سے یہ گاڑی اس شرط پر کرائے پر لیتا ہوں کہ کرائے داری کی مدّت ختم ہونے پر اسی رقم کے بدلے میں اس کا مالک ہو جاؤں گا'' اسے فقہی اصطلاح میں ''صفقتان فی صفقۃ'' کہتے ہیں جو کہ شرعاً جائز نہیں۔حدیث میں اس کی صراحتاً ممانعت آئی ہے(مسند أحمد بن حنبل ۳۹۸/۱، سنن النسائی حدیث ٤٦٢٩، معجم الطبرانی الأوسط حدیث:١٦٣٣)

۲۔اجارہ پر دی گئی چیز سے متعلق تمام ذمہ داریاں(Liabilities)مستاجر (Lessee) کے ذمہ ہوتی ہیں حالانکہ شرعاً صرف استعمال(Use) سے متعلق ذمہ داریاں مستاجر پر ڈالی جاسکتی ہیں جیسے گاڑی کی سروس کرانا، آئل تبدیل کرانا وغیرہ، جبکہ وہ ذمہ داریاں جن کا تعلق اس چیز کے مالک ہونے سے ہے، وہ مؤجر (Lessor) کے ذمہ ہوتی ہیں جیسے ٹیکس ادا کرنا،کسی ناگہانی آفت کی وجہ سے وہ تباہ ہو جائے تو اس کی مرمت(Maintainance) کرانا وغیرہ۔

۳۔لیزنگ پر دی گئی چیز کلائنٹ کے حوالے کرنے سے پہلے ہی اس کا کرایہ(Rentals) لگنا شروع ہوجاتا ہے حالانکہ شرعاً مستاجر(Lessee) سے اس وقت تک کرایہ(Rentals) لینا جائز نہیں جب تک مطلوبہ چیز اس کے حوالے نہ کردی جائے۔

اسلامی بینکوں کے اجارہ میں ان خرابیوں کو کیسے دور کیا گیا؟

اسلامی بینکوں کے لئے جو اجارہ ڈیزائن کیا گیا ہے اس میں درج ذیل تین شرعی خرابیوں کو اس طرح دور کیا گیا ہے۔

۱۔شروع میں صرف اور صرف اجارے کا معاملہ ہوتا ہے چنانچہ مدّتِ اجارہ کے اختتام تک اجارہ پر دی گئی مشینری یا گاڑی اسلامی بینک ہی کی ملکیت میں رہتی ہے۔ جب اجارہ کی مدّت ختم ہو جائے تو کلائنٹ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ گاڑی بینک کو واپس کرنا چاہے تو واپس کردے اور اگر خریدنا چاہے تو متعین قیمت پر خرید لے۔ کلائنٹ وہ گاڑی بینک سے خریدنا چاہے تو ایک مستقل الگ عقد کے ذریعے بینک وہ گاڑی کلائنٹ کو فروخت کرتا ہے۔

۲۔اسلامی بینکوں کے اجارہ کے معاملات میں یہ بات صراحتاً مذکور ہوتی ہے کہ مستاجر (Lessee) صرف وہ ذمہ داریاں برداشت کرے گا جو گاڑی کے استعمال سے متعلق ہیں، اسے ''صیانہ عادیہ'' (Minor Maintenance) کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ گاڑی کے مالک ہونے کی حیثیت سے تمام ذمہ داریاں بینک برداشت کرتا ہے چنانچہ اس کے ٹیکس، انشورنس/تکافل اور حادثہ کی صورت میں اگر گاڑی کو کوئی نقصان پہنچے تو اس کا ازالہ بینک کے ذمہ ہوتا ہے، اجارہ کے متعلق شریعت کا حکم بھی یہی ہے۔

۳۔اسلامی بینک جب تک کرایہ داری (Leasing) کا معاملہ کرکے مطلوبہ چیز کلائنٹ کے حوالے نہیں کردیتا، اس وقت تک کرایہ وصول نہیں کرتا۔

اس تیسری بات کو ذرا تفصیل سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جب کوئی کلائنٹ اسلامی بینک کے پاس کوئی مشینری یا کار وغیرہ اجارہ پر حاصل کرنے کے لئے آتا ہے تو عام طور پر پہلے ہی دن اجارہ کا عقد نہیں ہوتا بلکہ بینک پہلے کار کی بکنگ کراتا ہے پھر چند ماہ بعد جب گاڑی تیار ہو کر آتی ہے تو بینک اسے کلائنٹ کے حوالے کرتا ہے اور اسی وقت اجارہ کا معاملہ ہوتا ہے۔

اجارہ پر دی گئی چیز (Leased Asset) کے کرائے (Rentals) کی وصولی کی ابتداء تو اسی وقت سے ہوتی ہے جس وقت وہ چیز عملاً کلائنٹ کے قبضہ میں آجاتی ہے لیکن چونکہ مطلوبہ چیز کلائنٹ کے سپرد (Deliver) کرنے میں کچھ دیر لگتی ہے تو بعض کلائنٹس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان سے شروع میں ہی ماہانہ اجرت کے حساب سے کچھ رقم لینا شروع کر دی جائے تاکہ انہیں مطلوبہ رقم کی ادائیگی میں سہولت رہے۔

اسلامی بینکوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ کوشش تو یہ کریں کہ جب تک مطلوبہ چیز کلائنٹ کو مل نہ جائے، اس وقت تک اس سے کچھ نہ لیں لیکن اگر کلائنٹ کی خواہش ہو تو اسلامی بینک شروع سے ہی علی الحساب (On Account Basis) کچھ رقم کلائنٹ سے لے سکتا ہے لیکن یہ رقم کرایہ نہ ہوگی لہٰذا یہ بینک کی آمدنی (Income) کا حصّہ بھی نہیں بنے گی بلکہ کلائنٹ کی بینک کے پاس ایک طرح کی امانت ہوگی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر اسلامی بینک اور کلائنٹ کے درمیان میں عملاً اجارہ نہیں ہوتا تو یہ رقم کلائنٹ کو واپس کی جائے گی جبکہ کنوینشنل بینکوں میں یہ رقم شروع ہی سے بینک کی آمدنی (Income) شمار ہوتی ہے۔

اس تفصیل سے اس شبہ کا ازالہ ہو جاتا ہے جو بعض مرتبہ سرسری نظر سے اسلامی بینک کے معاملے کو دیکھنے والے کرتے ہیں کہ کنویشنل بینک میں بھی پہلے ہی روز سے کرایہ لگنا شروع ہو جاتا ہے اور بعض مرتبہ اسلامی بینک بھی ایسا کرتے ہیں تو دونوں میں کیا فرق ہوا؟ مذکورہ بالا تفصیل سے دونوں معاملات میں بالکل واضح فرق سامنے آ گیا۔

اجارہ اور کنویشنل لیز کے انشورنس میں فرق:

اسلامی اجارہ پر عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کہنے کو تو اسلامی اجارہ میں شئی مستاجر (Leased Asset) کا رسک بینک برداشت کرتا ہے لیکن جس طرح کنویشنل لیزنگ میں اس چیز کا انشورنس کروایا جاتا ہے اسی طرح اسلامی اجارہ میں بھی بینک شئی مستاجر (Leased Asset) کا انشورنس کرواتا ہے جو نقصان ہوتا ہے وہ انشورنس کے ذریعہ پورا کیا جاتا ہے تو دونوں میں کیا فرق ہوا؟

اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلامی بینک مروجہ انشورنس کے بجائے اسلامی انشورنس یعنی تکافل کرانے کے پابند ہیں اور مروجہ انشورنس سود، قمار اور غرر جیسی خرابیوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے جبکہ اسلامی انشورنس میں ان شرعی خرابیوں کو دور کیا گیا ہے (تفصیل کے لئے احقر کی کتاب ''تکافل۔ انشورنس کا اسلامی طریقہ ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے)

اور دوسری بات یہ ہے کہ کنویشنل بینک لیز پر دی ئی چیز کی انشورنس کرواتا ہے لیکن اگر کوئی ایسا نقصان ہوا کہ انشورنس کمپنی کی طرف سے دیئے گئے کلیم سے وہ

نقصان پورا نہیں ہوتا تو کنونیشنل بینک وہ نقصان برداشت نہیں کرتا بلکہ مستاجر(Lessee) کو یہ نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے جبکہ اسلامی بینک بھی اجارہ پر دی گئی چیز کی انشورنس کرواتا ہے لیکن اگر نقصان کی صورت میں تکافل کمپنی کے دیئے گئے کلیم سے نقصان پورا نہیں ہوتا تو یہ زائد نقصان بینک برداشت کرتا ہے اور مستاجر کو اس کا زرِضمانت(Security Deposit) پورا واپس دینے کا پابند ہوتا ہے۔

اس عملی فرق سے معلوم ہوا کہ کنونیشنل بینک لیز کے اندر اپنے آپ کو اس چیز کا مالک نہیں سمجھتا اور ملکیت سے متعلق ذمہ داریاں برداشت نہیں کرتا، جبکہ اسلامی بینک اجارہ کا طریقہ کار اختیار کرتے ہوئے اپنے آپ کو اجارہ پر دی ہوئی چیز کا مالک سمجھتا ہے اور ملکیت سے متعلق ذمہ داریاں برداشت کرتا ہے۔

مشارکہ متناقصہ

Diminishing Musharaka

موجودہ اسلامی بینکوں میں رائج تیسرا بڑا تمویلی طریقہ ''مشارکہ متناقصہ'' کا ہے جس کے ذریعے عام طور پر مکانات کے لئے تمویل (Finance) کی جاتی ہے، اس لئے اسے عام طور پر ''ہوم مشارکہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

یہ طریقۂ کار بنیادی طور پر تین مراحل پر مشتمل ہوتا ہے:

۱۔ پہلے مرحلے میں اسلامی بینک اور اس کا کلائنٹ مشترکہ طور پر ایک مکان خریدتے ہیں جس میں عام طور پر بینک کا حصّہ کلائنٹ کے حصّے سے زیادہ ہوتا ہے مثلاً ایک مکان مشترکہ طور پر اس طرح خریدا گیا کہ اس میں اسّی فیصد حصّہ بینک کا ہے اور بیس فیصد کلائنٹ کا ہے۔

۲۔ بینک کے حصّے کو چھوٹے چھوٹے یونٹس (Units) میں تقسیم کرلیا جاتا ہے مثلاً مذکورہ مثال میں بینک کے مملوکہ حصّے کے اسّی یونٹس بنائے گئے، کلائنٹ بینک کے مملوکہ یونٹس ایک ایک کرکے خریدتا رہتا ہے جس کے نتیجہ میں کلائنٹ کی ملکیت بڑھتی جاتی ہے جبکہ بینک کی ملکیت کم ہوتی جاتی ہے۔

۳۔ جتنے یونٹس بینک کی ملکیت میں ہوتے ہیں، کلائنٹ کرایہ داری کے معاہدہ کے تحت انہیں اپنے تصرف میں رکھنے اور استعمال کرنے کی وجہ سے ان کا کرایہ ادا کرتا رہتا ہے، چونکہ کلائنٹ مستقل طور پر یونٹ خریدرہا ہوتا ہے، اس لئے کرائے کی مقدار میں بھی کمی آتی رہتی ہے۔ آخر کار جب کلائنٹ بینک کے مملوکہ سارے یونٹس خرید لیتا ہے تو وہ سارے مکان کا مالک بن جاتا ہے۔

گویا اس طریقۂ کار میں بنیادی طور پر تین کام ہوئے:

۱۔ مشترکہ طور پر مکان کی خریداری۔

۲۔ ایک شریک کا دوسرے شریک کے مملوکہ حصّے کو کرائے پر لینا۔

۳۔ ایک شریک یعنی کلائنٹ کا دوسرے شریک یعنی بینک کے حصّے کو خریدنا۔

ظاہر ہے کہ ان تینوں معاملات میں سے کوئی معاملہ بھی شرعاً ناجائز نہیں البتہ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان تینوں معاملات کو ایک ہی انتظام میں جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دو یا دو سے زیادہ معاملات کو اس طرح جمع کیا جائے کہ ہر معاملہ دوسرے کے ساتھ مشروط (Conditional) ہو تو یہ شرعاً جائز نہیں۔ (**المبسوط للسرخسی ۱۶/۳، فتح القدیر ۸۰/۶، المغنی لا بن قدامه ۳۳۴/۱**)

لیکن اگر کوئی معاملہ دوسرے کے ساتھ مشروط نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے چنانچہ مذکورہ طریقۂ کار میں کوئی معاملہ دوسرے کے ساتھ مشروط نہیں ہوتا بلکہ کلائنٹ اپنے طور پر یکطرفہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر بینک مطلوبہ مکان خرید لے تو وہ بینک کا حصّہ اجارہ پر لے کر اس کا کرایہ ادا کرے گا نیز وہ بینک کے حصّے کے مختلف یونٹس کو مرحلہ وار

خرید لے گا۔

یہاں بظاہر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ کلائنٹ کی طرف سے بینک کے حصّے کو خریدنے کا وعدہ کرنا بیع میں شرط لگانے کی طرح ہے، اس لئے کہ فریقین (بینک اور کلائنٹ) کو مطلوبہ مکان خریدتے وقت یہ معلوم ہے کہ بعد میں کلائنٹ بینک سے اس کا حصّہ خرید لے گا، اس لئے یہاں پر ایک معاملے کو دوسرے کے ساتھ مشروط (Conditional) سمجھنا چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک عقد کو دوسرے کے ساتھ مشروط کرنا اور کسی عقد میں داخل ہوتے وقت دوسرے عقد کے کرنے کا وعدہ کرنا دو بالکل مختلف چیزیں ہیں اگر ایک عقد کے ساتھ دوسرے عقد کو مشروط کردیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلا عقد اسی وقت مکمل ہوگا جب دوسرا عقد بھی ہو جیسے خالد احمد سے کہے کہ میں تمہیں اپنی گاڑی اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ تم اپنا مکان مجھے کرائے پر دو۔ اس صورت میں گاڑی بیع اس وقت مکمل ہوگی جب احمد خالد کو اپنا مکان کرائے پر دے گا۔ اور ایسا کرنا اس لئے جائز نہیں کہ اس کی وجہ سے عقد کے اندر غرر (Uncertainity) پیدا ہو جاتا ہے جس کی شریعت میں ممانعت ہے لیکن اگر ایک معاملہ دوسرے کے ساتھ مشروط نہ ہو بلکہ کوئی فریق الگ سے کوئی وعدہ کرلے تو اس صورت میں ایک عقد کا مکمل ہونا دوسرے عقد کے ہونے پر موقوف نہیں ہوتا جیسے مذکورہ صورت میں اگر کلائنٹ علیحدہ طور پر یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ بینک کا حصّہ خرید لے گا۔

تو اس صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بینک اور کلائنٹ مل کر جو مکان خرید رہے ہیں، اس خریداری کا صحیح ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ کلائنٹ اپنا

وعدہ پورا کرے بلکہ یہ خریداری بہر حال مؤثر اور مکمل ہوگی خواہ کلائنٹ بعد میں اپنا وعدہ پورا کرے یا نہ کرے البتہ وعدہ پورا نہ کرنے کی صورت میں اس کو وعدہ پورا کرنے پر مجبور کیا جائے گا یا نقصان کی تلافی کا مطالبہ کیا جائے گا لیکن وعدہ پورا نہ کرنے کی وجہ سے پہلا عقد کالعدم نہیں ہوگا گویا محض وعدہ کرنے کی وجہ سے ''غرر'' کی خرابی لازم نہیں آتی اس لئے یہ صورت جائز ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسلامی بینکوں میں رائج ''مکانات کی فنانس'' کا طریقہ شرعی اصولوں سے متصادم نہیں۔

چیک اینڈ بیلنس کا نظام:

اس بات کا جائزہ لینے کے لئے کہ اسلامی بینک میں ہونے والے معاملات شرعی اصولوں کے مطابق انجام دیئے جارہے ہیں یا نہیں، ہر اسلامی بینک یا کنوینشنل بینک کی اسلامی برانچوں کی نگرانی کے لئے ایک مستند عالم دین بطور شریعہ ایڈوائزر موجود ہوتا ہے جو نہ صرف بینک کے تمام معاملات میں بینکاروں کی رہنمائی کرتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً ان معاملات کا شرعی اعتبار سے جائزہ بھی لیتا رہتا ہے، اس طرح گویا ایک چیک اینڈ بیلنس کا نظام قائم کیا گیا ہے۔

وضاحت:

موجودہ اسلامی بینکوں کے جو طریقۂ ہائے تمویل(Modes of Finance)اس وقت زیادہ رائج ہیں، ان کی بقدرِ ضرورت تشریح ہو چکی، البتہ چند مسائل ایسے ہیں جو ان تینوں تمویلی طریقوں سے متعلق ہیں، اس لئے ان کو الگ ذکر

کیا جاتا ہے۔

چند اہم مسائل:

اسلامی بینک کے تمویلی طریقوں سے متعلق مشترکہ مسائل درج ذیل ہیں:

۱۔ بینک مطلوبہ سامان، گاڑی یا پراپرٹی خریدنے سے پہلے کلائنٹ سے یہ وعدہ لیتا ہے کہ اگر بینک نے یہ سامان خرید لیا تو کلائنٹ یہ سامان بینک سے خرید لے گا یا اجارہ پر لے گا یہ وعدہ یکطرفہ (Unilateral) ہوتا ہے یعنی کلائنٹ کی طرف سے ہوتا ہے، بینک کی طرف سے نہیں ہوتا، نیز یہ وعدہ مُلزِمہ (Binding) ہوتا ہے۔ کیا ایسا وعدہ لینا شرعاً جائز ہے؟

۲۔ کلائنٹ اسلامی بینک سے معاملہ کرتے وقت اپنے اوپر یہ التزام (Undertaking) کرتا ہے کہ اگر اس نے بروقت ادائیگی نہ کی تو اتنی رقم بطور صدقہ دے گا جسے بینک صدقہ کے مصارف پر خرچ کا پابند ہوتا ہے۔ کیا اسلامی بینک کے لئے ایسا التزام کرانا جائز ہے؟

۳۔ اسلامی بینک نفع یا کرائے کو متعین کرنے کے لئے مروجہ شرح سود کو معیار مقرر کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

ذیل میں ہم ان مسئلوں کا قدرے تفصیلی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

پہلا مسئلہ: کلائنٹ سے وعدہ لینا:

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ بینک کلائنٹ کی طرف سے آمادگی ظاہر ہونے پر مارکیٹ سے مطلوبہ سامان خریدنے سے پہلے کلائنٹ سے یہ وعدہ لیتا ہے کہ وہ بعد میں

یہ سامان بینک سے بذریعہ مرابحہ خرید لے گا یا فلاں گاڑی اجارہ پر لے لے گا، سوال یہ ہے کہ کیا بینک کے لئے یہ وعدہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کیا اس کو مُلزِمہ (Binding) قرار دینے کی شرعاً گنجائش ہے یا نہیں؟

جہاں تک مذکورہ وعدہ لینے کا تعلق ہے تو اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔ اس وعدہ کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً خالد کی کتابوں کی دوکان ہے، زید اس کے پاس آ کر کوئی مخصوص کتاب طلب کرتا ہے وہ کتاب خالد کے پاس موجود نہیں۔ خالد زید سے کہتا ہے کہ ابھی تو یہ کتاب میرے پاس نہیں البتہ میں کہیں سے خرید کر آپ کو فراہم کر سکتا ہوں۔ زید اس پر آمادہ ہو جاتا ہے خالد کو یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں یہ کتاب دوسری جگہ سے خرید کر لاؤں اور بعد میں زید اسے خریدنے سے انکار کر دے، اس لئے وہ زید سے کہتا ہے کہ تم یہ وعدہ کرو کہ جب میں یہ کتاب خرید کر لاؤں گا تو تم مجھ سے خرید لو گے۔ ظاہر ہے کہ خالد کے لئے یہ وعدہ لینا جائز ہے کیونکہ یہ کسی شرعی اصول کے متصادم نہیں۔ اسی طرح اسلامی بینک کے لئے کلائنٹ سے بھی وعدہ لینا جائز ہے۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ وعدہ مُلزِمہ (Binding) ہوسکتا ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وعدہ کے لازم ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فقہاء کرام کی مختلف آراء ہیں البتہ متاخرین فقہاءِ حنفیہ نے اس بات کی گنجائش دی ہے کہ ضرورت کے وقت اسے لازم قرار دیا جا سکتا ہے۔ (ردّالمحتار ۴/۱۳۵)

عملی تجربہ بھی یہ ہے کہ روزمرّہ کے بہت سے معاملات میں وعدہ کو لازم سمجھا جاتا ہے جیسے بڑے ہوٹل یا کھانا پکانے کے مقامات جن کا مختلف سپلائرز سے معاہدہ ہوتا ہے کہ سپلائر فلاں اوقات میں انہیں اتنا اتنا سامان فراہم کرے گا، بسا اوقات ہوٹل والوں کو کھانا تیار کر کے کسی شادی وغیرہ کی تقریب میں پہنچانا ہوتا ہے، اگر سپلائر بروقت سامان پہنچانے سے معذرت کر دے تو ظاہر ہے کہ ہوٹل والے کو زبردست پریشانی اور نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی طرح مثلاً آپ نے کسی تقریب کا اہتمام کیا ہوا ہے جس میں بہت سے معزز مہمان مدعو ہیں۔ آپ نے مختلف سپلائرز سے بات کر رکھی ہے، کسی سے ٹینٹ وغیرہ لگانے کا معاہدہ ہے، کسی سے کھانا پہنچانے کا اور کسی سے بجلی کے انتظامات کرنے کا وغیرہ لیکن ان میں سے کوئی بھی بروقت نہیں پہنچتا اور صرف معذرت کر کے الگ ہو جاتا ہے تو ظاہر ہے آپ کو کس قدر پریشانی ہوگی۔ لہٰذا ان صورتوں میں یہ ضروری ہے کہ وعدے کو لازم قرار دیا جائے۔ بالکل اسی طرح اگر بینک لاکھوں بلکہ بعض مرتبہ کروڑوں روپے کی خریداری کرتا ہے اگر کلائنٹ بعد میں اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے تو بینک کو زبردست مالی نقصان کا سامنا ہو سکتا ہے، اس لئے متاخرین فقہاءِ حنفیہ کے مسلک کو اختیار کرتے ہوئے اس وعدے کو لازم قرار دینے میں کوئی شرعی خرابی لازم نہیں آتی۔

دوسرا مسئلہ: صدقہ کی وصولی

دوسرا مسئلہ کلائنٹ کی طرف سے بروقت ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں صدقہ لینے کا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو دراصل یہاں تین سوال پیدا ہوتے ہیں ،

ہر سوال مع جواب درج ذیل ہے:

۱۔اسلامی بینک کے کلائنٹ کا یہ التزام (undertaking) کرنا کہ اس نے بروقت ادائیگی نہ کی تو وہ اتنی مخصوص رقم بینک کے ''صدقہ کے فنڈ'' (Charity Fund) میں جمع کرائے گا، یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے، کوئی شخص یا ادارہ اسے یہ التزام کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا (جیسے نذر ماننے کا مسئلہ ہے کہ نذر ماننا ہر شخص کا ذاتی فعل ہے کوئی شخص اسے کوئی خاص نذر ماننے پر مجبور نہیں کرسکتا) جبکہ اسلامی بینکوں میں کلائنٹ کو یہ التزام کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا بلکہ اس پر لازم ہوتا ہے کہ اگر وہ اسلامی بینک سے معاملہ کرنا چاہتا ہے تو مذکورہ بالا التزام ضرور کرے۔ کیا اس طرح لازمی طور پر التزام کرانا شرعاً جائز ہے؟

۲۔اس میں یہ التزام کرایا جاتا ہے کہ یہ صدقہ بینک کے واسطے سے ادا کیا جائے گا، کیا ایسی شرط لگانے کی اجازت ہے؟

۳۔اگر کلائنٹ اس التزام کو پورا نہ کرے تو بینک بذریعہ عدالت اسے نافذ کرانے کا حق رکھتا ہے۔ کیا ایسا التزام بذریعہ عدالت نافذ کرانا جائز ہے؟

ان تینوں سوالوں کا ترتیب وار جواب درج ذیل ہے:

۱۔کسی غلطی پر صدقہ کا التزام کرنے کی دو صورتیں ہیں:

الف۔اس غلطی کا تعلق حقوق اللہ سے ہو جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ اگر مجھ سے فجر کی جماعت چھوٹ گئی تو میں اتنی رقم صدقہ کروں گا۔

ب۔اس غلطی کا تعلق حقوق العباد سے ہو یعنی اس غلطی کے ارتکاب سے کسی دوسرے انسان کو نقصان پہنچ سکتا ہو جیسے دو آدمی سفر کریں اور ان میں سے ایک

یہ التزام کرے کہ وہ راستے بھر دوسرے ساتھی کو تکلیف نہیں پہنچائے گا، اگر اس نے تکلیف پہنچائی تو اتنی رقم صدقہ کرے گا۔

جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے تو یہ خالصتاً بندے کا اختیاری معاملہ ہے اسے اپنے اوپر التزام کرنے کا اختیار ہے کوئی اور شخص لازمی طور پر اس سے یہ التزام نہیں کرا سکتا جبکہ دوسری قسم میں بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں لازمی طور پر التزام کرایا جاسکتا ہے مثلاً زید کی ایک گاڑی ہے وہ اور بکر مل کر اس پر سفر کرنا چاہتے ہیں۔ بکر کو ڈرائیونگ کا بہت شوق ہے وہ زید سے کہتا ہے کہ گاڑی میں چلاؤں گا زید کہتا ہے کہ تمہیں اس شرط پر گاڑی چلانے کی اجازت ہے کہ تم اسے پوری احتیاط سے چلاؤ گے بکر وعدہ کرتا ہے زید مزید احتیاط کے لئے کہتا ہے کہ ''تمہیں یہ گاڑی چلانے کی اجازت اس شرط پر ہے کہ تم یہ التزام کرو کہ اگر تم نے کوئی بے احتیاطی کی تو اتنی رقم صدقہ کرو گے'' بکر شرط قبول کر کے التزام کر لیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جس طرح زید کے لئے پہلی شرط لگانا جائز ہے اسی طرح دوسری شرط لگانے کی بھی گنجائش ہے کیونکہ دونوں کا مقصد اپنے آپ کو ممکنہ نقصان سے بچانا ہے۔

دوسری شرط میں اس اعتبار سے بکر سے لازمی طور پر التزام کرایا گیا کہ اگر وہ زید کی گاڑی استعمال کرنا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ یہ التزام کرے کہ بے احتیاطی کرنے کی صورت میں اتنی رقم صدقہ کرے گا لیکن اس اعتبار سے یہ لازمی التزام نہیں کہ بکر کو یہ اختیار ہے کہ وہ یہ شرط قبول نہ کر کے زید کی گاڑی استعمال نہ کرے۔

اسلامی بینک بینکنگ مارکیٹ کا ایک حصّہ ہے، اس کے پاس موجود سرمایہ میں بہت بڑا حصّہ ان ڈیپازیٹرز کا ہوتا ہے جو اپنی جمع پونجی لاکر بینک کے پاس جمع کراتے ہیں بینک اس سرمائے کے ذریعے اپنے کلائنٹس کو فنانس کرتا ہے اگر بینک کلائنٹس کی طرف سے ادائیگی میں تاخیر کا کوئی مؤثر حل اختیار نہ کرے تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ اس کے کلائنٹس ادائیگی میں تاخیر کرتے رہیں اس طرح ہونے کی صورت میں اسلامی بینک کو متعدد معاشی مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ خود بینک کے دیوالیہ ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔

ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے ڈیپازیٹرز کی رقوم کو اس ممکنہ نقصان سے بچانے کے لئے اسلامی بینک کے لئے شرعی حدود کے اندر رہ کر کوئی مؤثر اقدام کرنا ضروری ہے۔اس کے لئے ایک حل یہ پیش کیا گیا ہے کہ اسلامی بینک سے جب اس کا کوئی کلائنٹ معاہدہ کرنے کے لئے آئے تو بینک اس سے یہ وعدہ لے سکتا ہے کہ کلائنٹ بروقت ادائیگی کرے گا، اور اسی کے ساتھ کلائنٹ سے یہ التزام بھی کرایا جاتا ہے کہ اگر اس نے بروقت ادائیگی نہ کی تو وہ اتنی رقم صدقہ کرے گا۔

یہ التزام بھی اس اعتبار سے لازمی ہے کہ اگر وہ اسلامی بینک سے معاملہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ التزام کرے لیکن اس اعتبار سے لازمی نہیں کہ اسے اختیار ہے کہ وہ مذکورہ شرط قبول نہ کر کے اسلامی بینک سے معاملہ نہ کرے بلکہ دیگر جائز ذرائع سے مطلوبہ مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرے، تو جس طرح زید کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ بکر سے یہ وعدہ لے کہ اگر اس نے زید کی گاڑی چلانے میں بے احتیاطی کی تو اتنی رقم صدقہ کرے گا، اسی طرح اسلامی بینک کے لئے

بھی یہ جائز ہے کہ وہ اپنے کلائنٹ سے یہ وعدہ لے کہ اگر اس نے ادائیگی میں تاخیر کی تو اتنی رقم صدقہ کرے گا۔

۲۔ بینک کے خیراتی فنڈ میں رقم جمع کرانے کا التزام محض اس لئے کرایا جاتا ہے کہ تا کہ اس بات کا اطمینان ہو کہ واقعۃً کلائنٹ نے یہ صدقہ کیا ہے یہی وجہ ہے کہ بینک یہ صدقہ وصول کر کے اسے اپنے ذاتی آمدنی میں شامل نہیں کر سکتا بلکہ اسے صدقہ کے شرعی مصارف پر ہی خرچ کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ اس شرط کے ذریعے صرف صدقہ کی ادائیگی کو یقینی بنایا جاتا ہے گویا یہ ایک ایسی شرط ہے جو عقد میں تاکید پیدا کرتی ہے اور ایسی شرط جو عقد میں تاکید پیدا کرتی ہو یا اس کے ملائم ہو، اس کا لگانا جائز ہے۔

۳۔ اگرچہ احناف کے نزدیک ایسے التزام کو پورا کرنا قضاءً ضروری نہیں لیکن بعض مالکیہ کے ہاں اسے قضاءً (یعنی بذریعہ عدالت) بھی پورا کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ بینکوں کے معاملات میں اسے قضاءً نافذ کرانے کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا اس صورت میں مالکیہ کے اس قول کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے خصوصاً جبکہ اس کا تعلق مالی معاملات سے ہے اور حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں بعض مالی معاملات کے اندر ضرورت کے وقت مالکیہ کے قول کو اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔

تیسرا مسئلہ: شرحِ سود کو معیار بنانا (Interest Rate as a Bench Mark)

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ موجودہ حالات میں اسلامی بینک عام طور پر مروّجہ

بینکوں کے باہمی شرح سود کو معیار (Bench mark) کے طور پر استعمال کر کے اپنے نفع یا کرایہ کا تعین کرتے ہیں جیسے پاکستان میں کائبور (KIBOR) کو معیار بنایا جاتا ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں۔

جواباً عرض ہے کہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ شرح سود کو جائز نفع یا کرائے کے لئے معیار کے طور پر استعمال کرنا ہرگز پسندیدہ نہیں لیکن اگر اسلامی بینک خرید وفروخت (Sale) یا اجارہ کی دیگر تمام شرائط کی پابندی کرتا ہے تو محض شرحِ سود کو معیار بنانے کی وجہ سے اس معاملے کو ناجائز کہنا درست نہیں۔

اس بات کو بذریعہ مثال اس طرح سمجھا جاسکتا ہے۔ خالد کو سو روپے کی ضرورت ہے وہ زید کے پاس قرض مانگنے کے لئے آتا ہے زید اسے کہتا ہے کہ میں تمہیں یہ رقم اس شرط پر قرض دوں گا کہ تم اس کے بدلے مجھے ایک سو دس روپے واپس کرو۔ ظاہر ہے کہ یہ معاملہ سودی قرض کا ہے جو کہ حرام ہے خالد اسے چھوڑ کر احمد کے پاس آجاتا ہے احمد اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کس ضرورت کے لئے یہ رقم قرض مانگ رہے ہیں۔ خالد بتاتا ہے کہ میرے ہاں مہمان آئے ہوئے ہیں، مجھے ان کے لئے پھل خریدنے ہیں احمد اسے سو روپے قرض دینے کے بجائے بازار سے سو روپے کے پھل خریدتا ہے ان پر قبضہ کرنے کے بعد ایک سو دس روپے میں خالد کو بیچ دیتا ہے۔ احمد نے خالد کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ خرید وفروخت کا ہے کہ پہلے اس نے بازار سے سو روپے کے پھل خریدے، اس پر قبضہ کیا اور پھر اسے خالد کے ہاتھ فروخت کیا۔ اگر دیکھا جائے تو احمد کے معاملے کی زید کے معاملے کے ساتھ اس اعتبار سے مشابہت ہے کہ زید نے سو روپے پر جتنے سود کا مطالبہ کیا تھا، احمد نے بھی سو روپے کے

پھلوں پر اتنا ہی نفع کمایا، لیکن شرعی اصولوں سے واقفیت رکھنے والا کوئی بھی شخص یہ نہیں کہے گا کہ احمد کا کمایا ہوا نفع حرام ہے اس لئے کہ اس کی مقدار اتنی ہی ہے جتنی زید نے سودی قرضہ دینے کے لئے سود کی طے کی تھی بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اگر احمد نے خرید وفروخت کے متعلق شریعت کے احکام کی پابندی کی ہے تو پھر محض اتنی مشابہت سے یہ معاملہ ناجائز نہیں ہوا، لہٰذا اگر اسلامی بینک مرابحہ، اجارہ اور ہوم مشارکہ میں شریعت کے طے کردہ اصولوں کی پابندی کرتا ہے تو محض بینکوں کے باہمی شرح سود کو معیار مقرر کرنے سے اس کا معاملہ ناجائز نہیں ہوتا۔

متبادل کی تلاش بھی کرنی چاہئے:

البتہ اس کو جائز نفع کے لئے بطور معیار (Bench Mark) مقرر کرنے میں چونکہ ظاہرِ نظر میں اس کی قدرے مشابہت سودی معاملات سے ہو جاتی ہے، اس لئے پسندیدہ بات یہ ہے کہ اسلامی بینک اس ظاہری مشابہت سے بھی بچنے کی پوری کوشش کریں تاہم ہمیں اس بات کا بھی جائزہ لینا چاہئے کہ موجودہ حالات میں اسلامی بینک شرحِ سود کو کیوں معیار بناتے ہیں اور اس کا متبادل تلاش کرنے میں انہیں فی الحال کن مشکلات کا سامنا ہے۔

بینکوں کے باہمی شرح سود کا پسِ منظر یہ ہے کہ عام طور پر مختلف بینک ایک جیسے حالات میں نہیں چل رہے ہوتے، بعض بینک ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس ضرورت سے زائد رقم ہوتی ہے جبکہ بعض بینکوں کے پاس فنانس کے لئے رقم کم ہوتی ہے تو جن بینکوں کو رقم کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ان بینکوں سے قرضہ لیتے ہیں، جن

کے پاس رقم زائد ہوتی ہے، قرضہ دینے والا بینک ایک مخصوص شرحِ سود پر قرض دیتا ہے اسے (Inter Bank Offered Rate) کہا جاتا ہے یعنی بینکوں کے باہمی معاملات میں پیش کردہ شرحِ سود۔ اس کا مخففIBOR ہے۔ پاکستان میں عام طور پر کراچی کے بینکوں کا شرحِ سود بطور پیمانہ استعمال ہوتا ہے جسے کائبور یعنی (Karachi Inter Bank Offered Rate) کہتے ہیں۔

اگر پاکستان میں اسلامی بینک کائبور کو چھوڑ کر کوئی اسلامی معیار بنانا چاہیں تو ظاہر ہے کہ اس کے لئے اسلامی بینکنگ کی ایک بڑی مارکیٹ کا وجود میں آنا ضروری ہے۔ الحمدللہ، پاکستان میں بھی آہستہ آہستہ یہ مارکیٹ ترقی کر رہی ہے۔ بعض معاصر علماء نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اسلامی بینک حقیقی اثاثوں کی بنیاد پر قابل تبالہ دستاویزات (Transferable Instruments) تیار کریں جیسے کرائے پر دی گئی اشیاء اور جائیداد کے حصص۔ جس بینک نے اپنے جامد اثاثے کرائے پر دیئے ہوں، وہ ان کے حصص بنالے۔ اور جس اسلامی بینک کے پاس ضرورت سے زائد نقد رقم ہو تو وہ یہ حصص ان کی صافی مالیت (Net Asset Value) کی بنیاد پر خریدے۔ (ان حصص کی صافی مالیت کا تعیّن وقفے وقفے سے کیا جاسکتا ہے۔) اور جس اسلامی بینک کے پاس ضرورت سے زائد حصص ہوں وہ انہیں فروخت کردے، اس طرح ایک اسلامی انٹر بینک مارکیٹ وجود میں آجائے گی۔ اسلامی بینک مرابحہ، اجارہ اور دیگر تمویلی طریقوں میں ان حصص کی صافی مالیت کو اپنے نفع یا کرایہ کے تعیّن کے لئے بطور معیار(Bench Mark) استعمال کرسکے گا۔ اس طرح کائبور کا ایک شرعی متبادل سامنے آئے گا۔

Liability Side میں اسلامی بینک کا کنوینشنل بینک سے فرق:

گزشتہ تفصیل اسلامی بینک کے اس حصّہ سے متعلق ہے، جسے اثاثہ جاتی حصّہ (Asset Side) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اب ہم انتہائی اختصار کے ساتھ اسلامی بینک کے ذمہ داری والے حصّہ (Liability Side) کا جائزہ لیتے ہیں جس میں اسلامی بینک مختلف ڈیپازیٹرز سے ان کی رقوم وصول کر کے انہیں اپنے نفع میں شریک کرتا ہے۔ زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ اسلامی بینک کے اس حصّے کا بھی کنوینشنل بینک کے ساتھ تقابل کر کے پیش کیا جائے تاکہ تصویر کا صحیح رخ ہمارے سامنے آسکے۔

کنوینشنل اور اسلامی بینک کا کرنٹ اکاؤنٹ ایک جیسا ہے:

ایک کنوینشنل بینک اپنے ڈیپازیٹرز سے جو رقم لیتا ہے خواہ وہ کسی بھی اکاؤنٹ کے لئے لے، شرعی طور پر وہ قرض ہوتی ہے اس لئے کہ کنوینشنل بینک ہر اکاؤنٹ ہولڈر کو اس بات کی گارنٹی دیتا ہے اس کی دی ہوئی رقم ضرور واپس کی جائے گی اور ہر وہ سرمایہ جس کی واپسی مضمون (Guaranteed) ہو، قرض کہلاتا ہے۔ اب اگر وہ کرنٹ اکاؤنٹ ہے تو کنوینشنل بینک اس پر کوئی اضافی رقم نہیں دیتا بلکہ صرف اصل رقم واپس لوٹانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ کنوینشنل بینک کا یہ معاملہ کسی شرعی اصول کے خلاف نہیں لہٰذا اسلامی بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں بھی بعینہ یہی طریقہ رائج ہے البتہ ڈیپازیٹرز کو چاہیے کہ اگر وہ کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھنا چاہتے ہیں تو کنوینشنل کے بجائے اسلامی بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوائیں تاکہ ان کا سرمایہ سودی قرضوں میں استعمال ہونے کے بجائے جائز اسلامی تمویلی طریقوں میں

استعمال ہو۔

دیگر اکاؤنٹس میں فرق:

کرنٹ اکاؤنٹ کے علاوہ دیگر اکاؤنٹس جیسے سیونگ اکاؤنٹ اور فکس ڈیپازٹ (Fix Deposit) وغیرہ کے اندر کنویشنل بینک اپنے ڈیپازیٹرز سے سودی قرضہ لیتا ہے۔

گویا ایک کنویشنل بینک اپنے ڈیپازیٹرز سے سرمایہ لے کر اسے یہ یقین دلاتا ہے کہ آپ کا سرمایہ محفوظ ہے اور مقرّرہ وقت پر اضافی مارک اپ (Mark UP) کے ساتھ آپ کو یہ رقم واپس ملے گی۔

کیسے ملے گی؟ ڈیپازیٹرز کی یہ رقم کہاں خرچ ہوگی؟ بینک اس پر کتنا کمائے گا؟ اس کمائی میں ڈیپازیٹر کا حصّہ کیا ہوگا؟ ان سب باتوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ اب بینک ڈیپازیٹر کی رقم سے سو فیصد کمائے یا کچھ نہ کمائے، وہ ہر حال میں اپنے کلائنٹ کو اضافی طے شدہ سود دینے کا پابند ہوتا ہے، گویا ڈیپازیٹر اور بینک کا آپس میں جو تعلق (Relation) قائم ہوتا ہے، اس کا اس تعلق سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا جو بینک اور کلائنٹ (بینک سے سودی قرضہ اور فنانس حاصل کرنے والے) کے درمیان ہوتا ہے۔

اس کے برعکس ایک اسلامی بینک اپنے نفع بخش اکاؤنٹ میں جو رقم لیتا ہے، وہ مضاربہ یا مشارکہ کی بنیاد پر ہوتی ہے اور شرعی اعتبار سے ڈیپازیٹر کی یہ رقم بینک کے پاس امانت ہوتی ہے یعنی اگر بینک کی کسی تعدّی (Negligence) اور

کوتاہی کے بغیر وہ رقم یا اس کا کچھ حصّہ ہلاک ہوجائے تو بینک اس کی ادائیگی کا ضامن نہیں ہوتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی بینک اپنے ڈیپازیٹر سے رقم لینے کے بعد اس پر پردہ نہیں ڈالتا بلکہ اسے اپنی تمویلی سرگرمیوں میں شریک کرلیتا ہے جس میں ڈیپازیٹر کی حیثیت رب المال (سرمایہ فراہم کرنے والے افراد) یا خوابیدہ شریک (Sleeping Partner) کی ہوتی ہے جب کہ اسلامی بینک بطور مضارب یا عملی شریک (Working Partner) کام کرتا ہے اور بینک اپنے تمویلی طریقوں جیسے مرابحہ، اجارہ اور مشارکہ وغیرہ کے ذریعے جو نفع کماتا ہے اس کا متناسب (Proportional) حصّہ اپنے ڈیپازیٹر کو دیتا ہے جو پہلے سے طے ہوتا ہے مثلاً یہ طے ہوتا ہے کہ بینک جو بھی نفع حاصل کرے گا اس کا پچاس فیصد بینک اور پچاس فیصد ڈیپازیٹر لے گا۔

چونکہ اسلامی بینک اپنی تمویلی سرگرمیوں سے حاصل ہونے والے نفع کے متناسب حصّہ میں اپنے ڈیپازیٹر کو شریک کرتا ہے، اس لئے ڈیپازیٹر، بینک اور کلائنٹ کے درمیان ایک زنجیر (Chain) قائم ہوجاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی بینک اپنے کلائنٹ سے جو نفع کماتا ہے، اس کا اثر ڈیپازیٹر کو ملنے والے نفع پر پڑتا ہے، لہٰذا اگر اسلامی بینک زیادہ ریٹ پر فنانس کرتا ہے تو اس کے ڈیپازیٹر کو ملنے والا حصّہ زیادہ ہوتا ہے اور کم ریٹ پر فنانس کرنے کی صورت میں اسے کم نفع ملتا ہے اور یہی شریعت کا اصول ہے۔

اسلامی بینک پہلے سے نفع متعیّن نہیں کرسکتا:

یہاں یہ بات ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ اسلامی بینک اپنے ڈیپازیٹر سے سرمایہ لیتے وقت اسے ہر حال میں واپسی کی گارنٹی نہیں دے سکتا اور نہ ہی شروع میں حتمی طور پر یہ بتا سکتا ہے کہ وہ اسے اتنا نفع دے گا، خصوصاً ڈیپازیٹر کے سرمایہ (Capital) سے نسبت متعیّن کر کے حتمی طور پر بتلانا ہرگز جائز نہیں مثلاً اسلامی بینک یوں کہے کہ ہم آپ کو آپ کی رقم پر دس فیصد نفع دیں گے، اس سے شرکت ومضاربت کا عقد فاسد (Void) ہو جائے گا، البتہ جب بینک اپنی کسی ٹرم (Term) کے اختتام پر ڈیپازیٹر کو حاصل ہونے والے نفع میں متناسب حصّہ دے تو اس حاصل ہونے والے نفع کی اصل رقم سے نسبت معلوم کرنا اور اسے بیان کرنا شرعاً ناجائز نہیں۔

اس بات کو بذریعہ مثال یوں سمجھا جاسکتا ہے۔ بینک ''الف'' نے اپنے ڈیپازیٹر ''ب'' سے سو روپے کا ڈیپازٹ لیا اور اس پر بیس روپے نفع کمایا، بینک نے حاصل شدہ نفع کا پچاس فیصد خود رکھا اور پچاس فی صد ڈیپازیٹر کو دیا، اس طرح ڈیپازیٹر کو اپنی دی گئی رقم پر دس روپے مل گئے، یہ دس روپے اصل میں تو حاصل ہونے والے نفع کا پچاس فیصد ہیں البتہ اگر ڈیپازیٹر کے سرمایہ کے اعتبار سے اس کی نسبت معلوم کی جائے تو یہ اصل سرمایہ کا دس فیصد ہوگا۔

لہٰذا اگر اسلامی بینک اپنے نفع کا اعلان کرتے وقت یہ بتلا دے کہ ہم نے اپنے ڈیپازیٹرز کو ان کے سرمایہ پر دس فیصد نفع دیا تو اس کی گنجائش ہے لیکن شروع میں اصل سرمایہ پر کوئی حتمی ریٹ نہیں بتایا جاسکتا۔ ایک تو اس لئے کہ اس سے خود شرکت یا

مضاربت کا عقد ناجائز ہوجاتا ہے دوسرے اس لئے کہ عام طور پر اسلامی بینک کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اس سرمایہ پر کتنا نفع کمائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر اسلامی بینک نفع تقسیم کرنے کے بعد یہ اعلان کرتا ہے کہ اس نے اس سال اپنے ڈیپازیٹرز کو دس فیصد نفع دیا تو اس کا یہ طریقہ شرعی اصولوں کے متصادم نہیں۔

شخصی غلطی کو نظام کی غلطی قرار دینا درست نہیں:

گزشتہ اوراق کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ اس وقت موجود اسلامی بینکوں کا طے شدہ طریقہ کار اسلامی اصولوں کے خلاف نہیں، اس لئے ان بینکوں میں رقم جمع کرانے اور ان کی تمویلی سہولتوں سے فنانس حاصل کرنا جائز ہے لیکن یہاں یہ بات سمجھنا بھی ضروری ہے کہ اگرچہ اسلامی بینک کے معاملات کی نگرانی کرنے کے لئے ہر بینک میں ایک شریعہ ایڈوائزر مقرر ہوتا ہے تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر اسلامی بینک کے سو فیصد معاملات یقیناً اسی طریقے کے مطابق انجام پاتے ہیں جو ان کے لئے طے کیا گیا ہے بلکہ اس بات کا امکان بہرحال ہے کہ کسی اسلامی بینک کی کسی برانچ میں کوئی نہ کوئی معاملہ صحیح شرعی طریقۂ کار کے مطابق انجام نہ پایا ہو، بینک ملازم یا کلائنٹ کی لاعلمی کی وجہ سے یا زیادہ نفع کے لالچ میں آ کر شرعی احکام کو پس پشت ڈالنے کی وجہ سے، سبب خواہ کوئی بھی ہو، انصاف کی بات یہ ہے کہ یہ غلطی اس شخص کی ذاتی غلطی متصوّر ہوگی، اسے پورے نظام کی غلطی قرار دینا ہرگز درست نہیں۔

اس کی مثال بعینہ ایسے ہی ہے جیسے اسلام میں وضو کرنے کا ایک طریقہ متعیّن ہے لیکن کوئی شخص لاعلمی میں یا جلدی میں اس طرح وضو کر بیٹھتا ہے کہ سر کا مسح

نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ اسلام نے وضو کرنے کا جو طریقہ بتایا ہے، اس میں سر کا مسح نہیں بلکہ ہر صاحبِ عقل یہی کہے گا کہ اس شخص کی ذاتی غلطی ہے ورنہ وضو سے متعلق اسلامی احکام بالکل واضح اور اظہر من الشّمس ہیں۔

صحیح معلومات حاصل کرنے کا طریقہ:

اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس وقت اسلامی بینکاری سے متعلق خاطر خواہ معلومات رکھنے والے افراد کی بہت کمی ہے، اس لئے مختلف ادارے مسلسل اسلامی بینکاری کی تربیت دینے میں مصروف عمل ہیں۔ تاہم یہ تربیت حاصل کرنے والوں میں اکثریت ان افراد کی ہے جو کنوینشنل بینکوں میں سالہا سال تک کام کرتے آئے ہیں اور ظاہر ہے کہ اسلامی بینکاری کے کسی ایک کورس سے گہرا رسوخ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے بعض مرتبہ اسلامی بینکوں میں بیٹھے ملازمین بھی اسلامی تمویلی طریقوں کو صحیح انداز میں بیان نہیں کر پاتے، خصوصاً جب انہیں دینی علوم میں دسترس کے حامل کسی شخص سے گفتگو کرنی پڑے، تو وہ انہیں صحیح بات نہیں سمجھا پاتے، جس سے یہ تأثر لیا جاتا ہے کہ رائج اسلامی بینکاری شرعی اصولوں پر پوری نہیں اترتی۔ یہ طرزِ عمل درست نہیں۔ حق کے متلاشی کو صرف ایک بینک ملازم سے ملاقات پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ وہ اس بینک کے شریعہ ایڈوائزر سے معاملے کی پوری حقیقت سمجھے ورنہ کم از کم چند بڑے اسلامی بینکاری سے متعلق بہتر معلومات رکھنے والے افراد سے رہنمائی حاصل کرے۔ اس طرزِ عمل سے انشاء اللہ اسلامی بینکاری کو بہتر طریقے سے سمجھنے میں مدد ملے گی۔

چند توجہ طلب پہلو:

اب ہم اسلامی بینکوں کے چند اُن پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہیں، جن میں بہتری یا تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔

ا۔جیسا کہ اس رسالے کے شروع میں گزرا کہ اگر مرابحہ، اجارہ وغیرہ جیسے معاملات کو شرعی احکام کے مطابق انجام دیا جائے تو ایسا کرنا جائز تو ہے لیکن یہ پسندیدہ تمویلی طریقے نہیں اس لئے اسلامی بینکوں کو صرف انہی پر اکتفاء کرنے کے بجائے کلائنٹ سے مشارکہ و مضاربہ کی بنیاد پر بھی فنانس کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔موجودہ حالات میں یہ کوشش قابل اطمینان حد تک نہیں ہو رہی۔

۲۔اگرچہ اسلامی بینکوں کے ملازمین مختلف اداروں سے تربیت حاصل کر رہے ہیں لیکن ابھی اس سلسلے میں بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ بیرونی اداروں سے تربیت حاصل کرنے کے علاوہ ان ڈور (Indoor) سطح پر بھی اسے موضوعِ بحث لانے کی ضرورت ہے۔جس کا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہر برانچ میں موجود کوئی ایسا شخص جو بہتر طور پر معلومات رکھتا ہو، وہ دوسرے اسٹاف کے ساتھ اپنی معلومات شیئر کرے، کچھ وقت نکال کر باہمی بحث و مباحثہ (Discussion) بھی کیا جائے اور جہاں ضرورت ہو وہاں متعلقہ شریعہ ایڈوائزر کی رہنمائی حاصل کی جائے۔

۳۔جس طرح اسلامی بینک کے اسٹاف کے لئے مذکورہ معلومات کا حاصل کرنا ضروری ہے، اسی طرح اسلامی بینک کے کلائنٹ کے پاس بھی صحیح معلومات کا ہونا ضروری ہے۔آج کل عام طور پر اسلامی بینکوں کے کلائنٹس کے پاس

صحیح معلومات کا ذخیرہ نہیں ہوتا اس لئے بعض مرتبہ کلائنٹ کی کسی غلطی کی وجہ سے بھی معاملہ فاسد (Void) ہو جاتا ہے، اس لئے ان کی تربیت اور انہیں مناسب معلومات فراہم کرنے کا انتظام کرنا بھی ضروری ہے۔

۴۔ ایک اہم بات جس کی شکایت بہت سے لوگوں کو کرتے دیکھا گیا ہے، یہ ہے کہ اسلامی بینکوں میں کام کرنے والے افراد کا لباس اور وضع قطع بھی اسی طرح ہوتی ہے، جس طرح کنونشنل بینکوں میں کام کرنے والے افراد کی ہوتی ہے، اسی طرح کنونشنل بینکوں کی طرح اسلامی بینکوں میں بے پردہ خواتین کام کرتی ہیں۔ بلاشبہ یہ دونوں توجہ طلب پہلو ہیں اور اسلامی بینکوں کو چاہئے کہ وہ اس سلسلے میں ممکنہ جلدی کے ساتھ مثبت قدم اٹھائیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اسلامی بینک کے ساتھ معاملہ کرنے والے ڈیپازیٹرز اور کلائنٹس مناسب طریقے سے ان پر دباؤ ڈالیں تو اس کے بہت مفید اثرات سامنے آسکتے ہیں۔

نیز بینک انتظامیہ کو از خود بھی اس پالیسی پر نظر ثانی کرنے چاہئے۔ بعض اسلامی بینکوں نے اس سلسلے میں یہ اقدام کیا ہے کہ عورتوں کے لئے سکارف لازمی قرار دیا ہے اور مردوں کو اختیار دیا ہے کہ شلوار قمیص یا پینٹ شرٹ میں سے جو چاہیں پہن کر آسکتے ہیں یہ بہتری کی طرف ایک اچھا قدم ہے، دوسرے اسلامی بینکوں کو بھی اس طرف قدم اٹھانا چاہئے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی النّبی الکریم وعلی آلہٖ وصحبہ اجمعین

ایمیرٹس گلوبل اسلامک بینک برانچ

نمبر شمار	برانچ کے نام	شہر کے نام	فون نمبر	نمبر شمار	برانچ کے نام	شہر کے نام	فون نمبر
۱	شیرٹن ہوٹل	کراچی	021-5633381-23	۲۲	پبّی	نوشیرہ	092-3528017-18
۲	S.I.T.Eایریا	کراچی	021-2550301-4	۲۳	جناح روڈ	کوئٹہ	081-2847010-12
۳	گلشن اقبال	کراچی	021-4144622-25	۲۴	F-7مرکز	اسلام آباد	051-2608051-58
۴	D.H.A کورنگی روڈ،	کراچی	021-5394981-83	۲۵	بلواِیریا	اسلام آباد	051-2274447-9
۵	ہل پارک	کراچی	021-4300927-24	۲۶	D.H.Aشہباز ۲۶،اسٹریٹ	کراچی	021-5243365-70
۶	کورنگی انڈسٹریل ایریا	کراچی	021-5115041-6	۲۷	بیومونٹ پلازہ	کراچی	021-5630567-68-606
۷	حیدری نارتھ ناظم آباد	کراچی	021-6721591-96	۲۸	ملتان	ملتان	061-4782216-17
۸	حیدرآباد	حیدرآباد	022-270038	۲۹	حافظ آباد	حافظ آباد	054-7540611-14
۹	D.H.A	لاہور	042-5692450-57	۳۰	خانیوال	خانیوال	065-2555976-81
۱۰	ایم۔ایم۔عالم روڈ	لاہور	042-5871272-3	۳۱	جرانوالہ	فیصل آباد	041-4319008-13
۱۱	جوہرٹاؤن	لاہور	042-5291923-25	۳۲	عارف والا	پاک پٹن	045-7833811-14
۱۲	کیولری گراؤنڈ	لاہور	042-6610648-53	۳۳	مردان	مردان	093-7870316-8
۱۳	علامہ اقبال ٹاؤن	لاہور	042-5434011-15	۳۴	مانسہرہ	مانسہرہ	099-7308263-65
۱۴	جی۔ٹی۔روڈ	وجرانوالہ	055-3820807	۳۵	صوابی		
۱۵	بلال روڈ	فیصل آباد	041-2409311-14	۳۶	سکھر	سکھر	071-5616608-10
۱۶	پیرس روڈ	سیالکوٹ	052-4604496-97	۳۷	سانگڑھ	سانگھڑ	023-5541023
۱۷	سرگودھا	سرگودھا	048-3768226-29	۳۸	نواب شاہ	نواب شاہ	024-4330480-2
۱۸	ڈسکا	سیالکوٹ	052-9200161	۳۹	وہاڑی	وہاڑی	067-3366260
۱۹	کاموک	گوجرانوالہ	055-815260-61	۴۰	رحیم یارخان	رحیم یار خان	068-5885004-09
۲۰	مال روڈ	پشاور	091-5253940-43	۴۱	D.H.A،ایس بلاک	لاہور	
۲۱	حیات آباد	پشاور	091-5836240-46				

If you need any clarification regarding Shariah you may write it on this paper, tear it and dispatch it to any EGIBL branch nearest to you. We will Insha Allah collect the answer from our Shariah Advisor and send it to your address within 10-15 days.

Name:……………………………..……………….

Address:………………………………………………

Account No:………………………….……………